

بلا خوف و ہراس، اجرا آخرت، خوشنودی مولیٰ اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر شہانہ دھڑ اپنے فرائض منصبی ادا کئے جائیں اور راہ حق میں ان کی پروانہ ہر قسم کی مادی اور دنیاوی بندشوں سے آزاد رہے۔

”واریثین انبیاء“ کا اتنا اونچا اور کامل معیار جب معاشرے کے سامنے آئے گا۔ تو لازماً ان کی گرفت، ملک و ملت پر مضبوط اور راسخ ہوتی جائے گی۔ ان کی عقیدت اور گرویدگی کی جڑیں قوم کے قلوب سے اور شاخیں آسمانوں سے پار ہونگی اور اس ”کثر ملائیت“ اور مذہبی اجارہ داری کے صدقے قوم کی اکثریت اس دین فطرت اور صبغۃ اللہ میں رنگ جائے گی جسے آپ ”کثر ملائیت“، ”وقیانوسی“ اور رجعت پسندی سے پکارتے ہیں۔ عرب عوام کے سامنے عرصہ سے اس ملائیت کے نورانی اور عرفانی نمونے نہیں آرہے تھے۔ وہاں کے علماء کی اکثریت نے عوام کے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔ حرص و آز اور عہدہ و منصب نے ان کے خمیر اور قوت ایمانی کو اپنی گرفت میں لیا۔ یا پھر وہ قوت و طاقت، عہدہ و منصب کی پرفریب سنہری دنجیروں میں پابند سلاسل ہوئے۔ وہ خود رسول اللہ کے اسوۂ حسنہ کو چھوڑ بیٹھے اور یہود و نصاریٰ کے قدن میں ڈوب گئے منبر و محراب میں اقتدار کی دست اندازیوں سے کلمہ حق اور اعلیٰ اقدار کی اشاعت کے راستے مسدود ہو گئے۔

تو لازماً مسلم معاشرہ پر ان کی گرفت کمزور پڑ گئی اور پورا معاشرہ مادیت اور نام نہاد قدن کے قعر مذلت میں گرتا چلا گیا، قومی خود داری، دینی احساس و شعور، جہاد اور جان نثاری کے جذبات سرد پڑ گئے۔ اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جانے لگی۔ اور صرف سائنس اور ٹکنالوجی اور عصری علوم اور نظریات سے کام نہ چل سکا۔

”تجدد پسندوں“ اور ”روشن خیالوں“ کا وہ طبقہ جو اس ملک میں علماء اور ملائیت کی کمر توڑنے کے ور ہے۔ اور اپنی اس مذہبی انار کی اور مذہبی گرفت سے آزادی کے لئے وہ آئے دن مصرع عراق، ترکیہ اور لبنان، افغانستان اور ایران کی مثالیں پیش کرتا ہے۔ ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ یہاں بھی دہی تار بخ دہرانا چاہتے ہیں۔ جو مصر و شام میں دہرائی گئی۔ اور اس سے پہلے اندلس و البانیہ میں یا سمرقند و بخارا اور وسط ایشیا کے دیگر اسلامی حصوں میں۔ کیا ان ممالک میں اسلام کا زوال اپنے وقت کی سائنس اور ٹکنالوجی کے انتہائی عروج کے زمانہ میں شروع نہیں ہوا۔ مادی قوت اور دنیاوی ترقی کے مہتابے کمال کے وقت ”ملائیت“ کی گرفت ان ممالک میں ڈھیلی

پڑ گئی اور نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ اور یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے ملائی نظام کی کمر توڑ دی تھی اور ملائیت سے پیچھا چھڑانے لگے تھے۔ جن مالک کا نام ہے لیکر آپ "ملائیت اور راسخ العقیدہ اسلام کو یہاں گردن زدنی قرار دے رہے ہیں۔ کیا ان میں سے بہت سے سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہم سے آگے نہ تھے؟ اور اگر مان لیا جائے کہ وہ سائنسی لحاظ سے کمزور تھے تو ملائیت نے ہمیں کب سائنسی ترقیات سے روکا؟ کہ سارا الزام اس کے سر پر تھوپا جائے۔ اسلام کی وہ کونسی بنیادی تعلیم ہے۔ اور اعظم و اکابر اسلام کی وہ کونسی شخصیت ہے جو اس طویل تاریخ میں سائنسی اور حربی ترقیات میں رکاوٹ بنی ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی سے مراد اگر مادی ترقیات اور ملک کی حفاظت و بقا اور دشمن کی مداخلت کی خاطر جنگی استعداد بڑھانا ہے تو وہ اسلام ہی ہے جس نے دشمن کے خلاف تیاری، اعداد اور استعداد کو کسی حال سے مشروط اور کسی مقدار سے محدود نہیں کیا۔ اس نے اساسی امکان نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کے لئے تعداد و زمان کی حدود و قیود مقرر کیں۔ مگر یہ کہہ کر جہاد اور جنگی تیاریوں کے لئے ہمہ وقتی اور ہر ممکن جدوجہد کرنے کا حکم دیا کہ داعد و الھم ما استطعتم اس کے لئے کوئی حدود قید نہیں اور جتنا بھی آپکے بس چلے دشمن کے مقابلہ میں تیاری کرو۔ یہ استطاعت اپنے اندر لامحدود مفہوم رکھتی ہے۔ ہاں اگر سائنس اور ٹیکنالوجی کے تکرار عصری تقاضوں اور زمانے کی رفتار کے درد اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے ترجمانی کی نصیحت سے آپ کی مراد یہ ہے کہ جائز و ناجائز اور حلال و حرام کا اختیار ختم کر دیا جائے۔ اور اسلام کو سود، قمار، شراب، بے پردگی، غاشی، میں رکاوٹ نہ بنایا جائے۔ نام نہاد اقتصادی اور معاشی ترقیوں کی خاطر نہ تو نماز روزہ، حج و زکوٰۃ پر وقت منائع کیا جائے اور نہ ان اصطلاحات پر زور دیا جائے۔ بلکہ ان کی روح کو کافی سمجھا جائے عصر حاضر کے ہر لادینی ازم اور تحریک کے ساتھ اسلام کا پیوند لگایا جائے۔ اسلام کے تعبیرات اور اساسی اصول پر نہ اڑا جائے۔ تو یقین جانیے کہ ایسا کرنا صرف ملائیت نہیں اسلام اور اسلامیت ہے، محمدیت اور صدیقیت ہے۔ یہ ملائی نظام نہیں فاروقی نظام ہے۔ یہ ملا ازم نہیں عثمانی و علی اور تمام صحابہ کرام کا ازم ہے۔ پھر آپ کو کھل کر "ملائیت" کی بجائے "اسلامیت" کا لفظ استعمال کرنا چاہئے۔

بھلا اللہ جیسا کہ روشن خیالوں کو اعتراف ہے ہمارے ان ملائیت اور بالفاظ دیگر

اسلام اور محمدیت کی گرفت مضبوط ہے تو ملک بھی محفوظ ہے۔ یہ پنجہ جتنا سخت رہا، اتنا ہی ملک ولایت کے حق میں مفید اور جب بھی کمزور پڑا اتنا ہی ہلاکت آفرین ثابت ہوا۔ اگر مغل تاجدار اکبر دی گریٹ کے آہنی پنجے اس خدائی حصار کو نہ توڑ سکے اور نہ انگریز برصغیر کے مسلمانوں کو ڈیڑھ سو سال کے جابرانہ اور مستبدانہ حربوں سے ہضم کر سکا، تو یہ نتیجہ تھا اس ملائیت اور ملائی نظام کے مراکز مدارس، مساجد اور خانقاہوں کا، جس کے علمبردار تھے حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی، سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر، شاہ ولی اللہ، اور شاہ عبدالعزیز دہلوی، سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید، حاجی امجد اللہ ہاجر مکی اور حجۃ الاسلام محمد قاسم نانوتوی، شیخ رشید احمد گنگوہی، اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی، شاہ فضل الرحمان گنج مراد آبادی اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عبدالباری فرنگی محل اور مولانا محمد علی وشوکت علی، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی اور مودودی وقت علامہ سلیمان ندوی۔ علامہ وقت مولانا انور شاہ کشمیری اور مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ دہلوی، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ، یہ لوگ ملائیت کے اعلیٰ نمونے، انسانیت کے روشن مینار اور آزادی و حفاظت کے آہنی حصار نہ ہوتے تو آج آپ کی تاریخ اندلس اور البانیہ سے مختلف نہ ہوتی اور آپ کی مسجد و خانقاہ کا بھی وہی عالم ہوتا جو روس کے اسلامی علاقوں میں ہے۔ پس یہاں کے باشعور اور حساس مسلمانوں کو سوچنا ہے کہ انہیں کونسی راہ اختیار کرنی چاہیے۔



مشرق وسطیٰ کے حادثہ پر ایک ماہ کے غور و فکر کے بعد بین الاقوامی اسمبلی کا اجلاس ختم ہو گیا۔ اس پروری مدت میں اس کا صرف ایک مسئلہ پر اجماع ہو سکا، اور وہ تھا اجلاس کو درخواست کرنے کی قرارداد کو یا مغرب کے اس طلسماتی پکڑ کا ڈھونگ صرف درخواست کے لئے رچایا گیا تھا۔ اصل مسئلہ پر قرارداد تو کیا مذمت کا کوئی لفظ بھی منظور نہ ہو سکا۔ ظلم و انصاف کی تاریخ کا جائزہ لینے والا مودخ اس انکشاف سے مبہوت ہو گا کہ دنیا میں مظلوم کی جاوری اور حق و انصاف کا کلا سب سے زیادہ بے وردی اور عیاری سے جس ادارے کے ذریعہ گھونٹا گیا اس کا نام اقوام متحدہ تھا۔ حقوق انسانی اور انسانی قدر و احترام اور آزادی اقوام کا محافظ و پاسبان ادارہ ہے۔ برعکس نہند نام رنگی کا فرد۔ دنیا بھر میں ہر سال اس کے انصاف اور مساوی پروری